جلد ۴۱ | مورخہ ۲۸ جون سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۱

اسلام اور مسلم

وہ نظم جس کی قبولیت عالم بالا میں ہوئی

ایک لمبا زمانہ گذرا۔ جبکہ حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نظم عنوان بالا سے لکھی۔ عالم رؤیاء میں حضرت میر صاحب نے دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نظم کو بہت پسند فرمایا ہے اور حکم دیا۔ کہ یہ الحکم کو دیدو۔ اور وہ اس کو بہت موٹے قلم سے چھاپ کر ہم کو بھیج دے۔ ہمکو یہ بہت پسند ہے ہم اس کو اپنے پاس رکھینگے اس کی قیمت سات روپے مقرر کرے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب نے اس نظم کو الگ شائع کر کے اس کی قیمت سات روپے رکھی۔ اور بعض مخلص احباب نے اس قیمت پر اس کو خرید بھی لیا۔ چونکہ یہ نظم الحکم میں طبع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہوا۔ کہ یہ قیمتی چیز کبھی ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے میں نے نہایت ضروری جانا۔ کہ اسے الحکم میں شائع کر کے محفوظ کر دوں۔ یہ نظم نہ صرف یہ کہ اپنے مطالب کے لحاظ سے تعلیم اسلام کا ایک خلاصہ ہے۔ بلکہ صداقتِ محمودؓ کی بھی ایک کھلی دلیل ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو کسقدر پیار اور محبت ہے۔ آخری اشعار جو "الفضل" کی مدح میں ہیں۔ وہ دراصل حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان ایام میں "الفضل" کی ادارت انہی مقدس ہاتھوں سے سرانجام پا رہی تھی۔ یہ نظم باوجود اس کے کہ ربع صدی قبل لکھی گئی اپنے مطالب و مقاصد کے لحاظ سے آج بھی بالکل نئی ہے۔

قبل اس کے کہ میں نظم کو شائع کروں۔ اُسوقت اِس نظم پر جو کچھ حضرت عرفانی کبیر اور حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا بجنسہٖ شائع کر دینا چاہتا ہوں۔ تا پڑھنے والے اس رؤیا سے بھی محظوظ ہوں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہدیۂ حامدیہ بہ محبان احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی میری معرفی کے محتاج نہیں، وہ اپنی پاک فطرت اور اخلاص فی الدین کے لئے ہمیشہ مشارٌ الیہ رہے ہیں سلسلہ عالیہ کے ایک بے ریا خادم، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے مخلص اور جان نثار ہیں۔ انہوں نے میرے پاس ایک نظم مختصر خط کے ساتھ بھیجی ہے۔ اس نظم کو میرے پاس بھیجنے کے محرک حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوئے ہیں حضورؑ نے رؤیا میں اس نظم کو میرے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص خدام کے لئے بطور ہدیہ چھاپ دیتا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے موافق اس کی قیمت سات روپے ہی مقرر کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرماوے۔ اور ہمیں اس پر عمل کی توفیق دے (آمین)۔ میں نے پسند کیا ہے۔ کہ پہلے شاہ صاحب کا خط اور پھر نظم درج کر دوں۔ تاکہ بطور امر واقعہ کے وہ یادگار رہے۔

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر "الحکم" قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میر حامد شاہ صاحب کا خط اور رؤیاء

مکرمی اخویم شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نہ ناظم نہ شاعر۔ پھر میری نظم یا شعر ان خوبیوں کے لحاظ سے جنکو سخن بین باریک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کب پسند ہو سکتے ہیں۔ مگر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب کوئی خیر خواہی یا نصح کی کوئی تحریک اللہ تعالیٰ میرے سینہ میں پیدا کر دیتا ہے۔ تو بے ساختہ محض خدا لگی بات میں کہہ دیتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسی مقام کے لحاظ سے میری نظم یا شعر کسی کو مفید ہو سکتے ہیں۔ وما اجری الا علی اللہ یہ نظم میں آپ کے پاس بھیجتا ہوں، میرا ارادہ تھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جناب میاں بشیر الدین محمود احمد کی خدمت میں بھیجدوں۔ کہ اگر آپ مناسب تصور فرمائیں تو اپنے الفضل میں طبع کرا دیں۔ آجکل کرتا رہا۔ مگر ارسال نہ کر سکا۔ دو دن گذر گئے ہیں۔ رات کو بعد نماز تہجد میں لیٹ گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود ومہدی معہود مرحوم ومغفور ایک وسیع صحن میں تشریف فرما ہیں۔ اور اس صحن کے

حوالی میں بہت بلند شاندار عمارات بنی ہوئی ہیں۔ ریش مبارک نہایت سفید ہے۔ اور ایسی براق کہ چاندی کی طرح چمک رہی ہے۔ درازی موزوں سی نہایت خوبصورت معلوم ہو رہی ہے۔ تقریر فرما رہے ہیں۔ بیان میں خاص جوش ہے۔ اور آنکھوں میں ایک خاص برقی چمک ہے۔ دائیں آنکھ نہایت ہی روشن ہے تقریر فرماتے ہوئے آپ رو بہ مشرق ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور یہ نظم ہاتھ میں ہے۔ بلاحظہ فرمانے کے بعد انہوں عبدالعزیز صاحب لاہوری خلف الرشید میاں چراغ الدین صاحب لاہوری کے حوالے کی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ الحکم کو دیدو۔ وہ اسکو بہت موٹے قلم سے لکھا کر چھاپے اور ہمارے پاس بھیجدے ہمکو یہ بہت پسند ہے۔ ہم اس کو اپنے پاس رکھینگے اور اس کی قیمت سات روپے مقرر کرے۔ بیدار ہونے پر میں نے اس خواب کو پورا کرنے کیلئے یہی مناسب سمجھا۔ کہ یہ نظم آپکے پاس بھیجدوں۔ آپ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں۔ یا اس رؤیا کے لحاظ سے جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ (خاکسار

نظم یہ ہے

اسلام اور مسلم

لغت میں معنئ اسلام کیا ہیں؟ باوفا ہونا
کسی مسلم کو پھر لائق نہیں ہے بے وفا ہونا

با امن و صلح و شفقت بیٹھنا مخلوق عالم میں
باخلاص بیک سوئی پرستارِ خدا ہونا

بدی سے بچ کے رہنا اور نیکی میں شمولیت
بہر حالت مزیّن بلباسِ اتّقاء ہونا

نہ ہونا درپئے آزار اپنے نفس کی خاطر
بہ حُبّ و بغض فی اللہ ہر عمل میں باصفا ہونا

مسلمان کو مسلمان دکھ نہ دے دست و زباں روکے
مسلماں کی صفت ہے تارکِ جور و جفا ہونا

مبارک ہیں وہ بندے جنمیں یہ اوصاف قائم ہیں
یہ مسلم ہیں انہیں لائق ہے مردِ پارسا ہونا

یہ ہیں رحمان کے بندے نہیں رفتار میں شوخی
دکھاتے دل نہیں انکو ہے سجتا دلربا ہونا

مخاطب ہوں اگر جاہل سلام اُن کو بھی کہتے ہیں
یہ ہیں کبریّت احمر ان سے ہوس کا طلاء ہونا

قیام و سجدۂ رب میں گذر جاتی ہے شب انکی
کوئی سیکھے خدا کے سامنے ان سے کھڑا ہونا

خلافِ امرِ حق کو اک جہنم یہ سمجھتے ہیں
خدا سے مانگتے ہیں اس جہنم سے رہا ہونا

نہ پاؤ گے کبھی موجود اُن کو بد مقاموں میں
بُرا ہے آتشِ دوزخ کا ان کو سامنا ہونا

بھلا انفاق مال و زر میں کب اسراف ہوا ان سے
نہیں ممکن ہے اُن میں بخل کا بھی شائبہ ہونا

قوام جرح ہر حالت میں قائم وہ تو رکھینگے
انہیں منظور ہے جب تابع حکمِ خدا ہونا

سدا شیدا ہیں دل سے وہ اسی معبود واحد کے
نہیں منظور ان کو غیر کا حاجت روا ہونا

خدا کے در پہ گرتے ہیں وہ ہر مشکل کے آنے پر
بہت مشکل ہے ان کا دوسرا مشکلکشا ہونا

نہیں اٹھتا ہے ہاتھ انکا کبھی بھی قتلِ ناحق پر
کسی حالت میں ہو سکتا نہیں ان سے زنا ہونا

بہر صورت بچاتے ہیں وہ اپنے آپ کو اس سے
بُرا لگتا ہے اس آلودگی میں بے حیا ہونا

ڈراتی ہے انہیں ہر دم سزا روزِ قیامت کی
نہیں وہ چاہتے اُس دن گرفتارِ بلا ہونا

بسر کرتے ہیں وہ توبہ میں عمرِ چند روزہ کو
پسند آتا ہے ہر حا[illegible] ہونا

خدا حسنات کر دیتا ہے سیئات کو اُن کی
نہیں وہ چاہتا اُنکا سزا میں مبتلاء ہونا

نہیں ہوتے ہیں وہ شامل کسی جھوٹی گواہی میں
نہیں ہے کام اُن کا مائل حرص و ہوا ہونا

گذر جاتے ہیں وہ دامن کشاں ہر لغو و باطل سے
مکرّم بندگانِ حق کا یوں ہے بے ریا ہونا

نہیں وہ بیٹھتے ہیں ذکرِ حق سے کور و کر ہو کر
انہیں کا حق ہے ان جلسوں میں با فہم و ذکا ہونا

ہے لازم اپنے ازواج اور ذرّیات کی خاطر
بدرگاہِ خدا ان سب کا مشغولِ دعا ہونا

ہمیشہ قرۃ اعین کے وہ طالب خدا سے ہیں
سمجھتے ہیں مناسب متقین کا پیشوا ہونا

خدا کا شکر ہے ہم کو ملی یہ نعمتِ عظمےٰ
ہوا "الفضل" کی قسمت میں ایسا رہنما ہونا

بہت اخبار ہیں جو قوم کو آگاہ کرتے ہیں
مگر الفضل کو سجتا ہے سب میں حق نما ہونا

خدا روشن کرے اُس ہاتھ کو جسمیں یہ پرچہ ہے
بہر ظلمت میسر ہو اسی کو رونما ہونا

خدایا برکتیں نازل تو فرما اس گھرانے پر
عطا فرما ہمیں تو تابع راہ ھدےٰ ہونا

مبارک ہوں ہمیں محمود۔ حامد کی دعا ہے یہ
مبارک سب محبّوں کو ہو انصارِ خدا ہونا

معرفت الٰہی کے وسائل میں اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ

حضرت عرفانی کبیر کا ایک نایاب اور اچھوتا مضمون

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۸ - پس پہلا ذریعہ تو وہی عقلی دلائل ہیں جنکا ذکر ہوا۔ دوسرا اور تیسرا ذریعہ یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالٰے کے حسن و احسان سے واقف ہو کیونکہ محبت جس سے پھر اطاعت پیدا ہوتی ہے۔ کامل حسن اور کامل احسان کو چاہتی ہے اگر کسی میں یہ دونوں خوبیاں ہوں۔ تو دل بے اختیار ہو کر اس کیطرف کھچا جاتا ہے جسن کے نظارے ایسے نہیں۔ کہ کوئی متنفس اُن سے بیخبر ہو۔ یہ ایک ایسا مقناطیسی اثر ہے۔ کہ جمادات میں ہو۔ تو وہ بھی دلکش ہے۔ کون ہے۔ جو سبزی کی سینریوں اور چمن کی کیاریوں سے لطف حاصل نہیں کرتا۔ پھر حیوانات میں بھی یہ جادو موجود ہے۔ خوبصورت گھوڑے، گائے، بیل بکری کو الگ کرکے کتوں تک انسان محبت کرتا ہے۔ خوبصورت بولتی چڑیوں اور پرندوں سے اسقدر مانوس ہوتا ہے۔ کہ وہ نہ ملیں تو کاغذوں کی تصویروں اور مٹی کی شکلوں سے گھر کو سجا لیتا ہے۔ پھر انسانوں میں تو حسن اور بھی دلفریب ہے۔ اِسی طرح احسان کی کیفیت ہے۔ غرض انسان حسن و احسان سے کھینچا جاتا ہے اور یہ اس کا فطرتی تقاضا ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے اللہ تعالٰی کے کامل حسن اور کامل احسان کا تذکرہ فرمایا۔ تا اس کی معرفت وسیع ہو۔ **چوتھا ذریعہ** جو دوسرے مذاہب میں قطعًا نہیں۔ اگر مانا گیا ہے۔ تو نہایت ناقص، وہ دُعا ہے۔ خدا تعالٰی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ تم دعا کرو۔ میں تمہیں جواب دونگا۔ یہی وہ مرحلہ ہے۔ جہاں سے انسان کی معرفت میں یقین کے بعد عرفانی رنگ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ عرفانی دلیل خدا تعالٰے کی ہستی کی ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:-
اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یعنی جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ تو ان کو کہدو۔ کہ میں قریب ہوں۔ اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

اِسی ذریعہ سے خدا تعالٰے کی دوسری صفات پر یقین پیدا ہوتا ہے۔ دُعا خود انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔ اور پھر بار بار اس کی تاکید کی ہے۔ اِس لئے کہ یہ معرفت الٰہی کا زبردست ذریعہ ہے۔ اسی سے خدا تعالٰے ڈھونڈنے والوں پر تجلّی کرتا اور انا القادر اور انی انا دبکم۔ کہہ کر تسلّی دیتا ہے۔ ایسی آواز سننے والا خدا تعالٰی کی محبت اور معرفت میں قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اور اس قبولیت دعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے۔ اور اسی طرح وقتًا فوقتًا یقین سے پُر ہو کر نفسانی جذبات اور ہر قسم کے گناہ سے ایسا بچ جاتا ہے۔ کہ گویا وہ ایک روح ہے لیکن جو شخص اس ذریعہ سے بیخبر ہے۔ تو جس جس قدر وہ دنیا میں کامیاب ہوتا جاتا ہے غرور اور نخوت میں ترقی کرتا اور اسباب کے بتوں کا پرستار ہو جاتا ہے اگر خدا تعالٰے پر کچھ ایمان بھی ہو۔ تو وہ دن بدن مردہ ہوتا جاتا ہے۔ جو انسانی جذبات سے روک نہیں سکتا۔

غرض دعا کے چار زبردست نتیجے ہیں۔ جو بجائے خود معرفت الٰہی کے وسائل ہیں۔ اوّل خدا تعالٰے کی طرف ہر حالت میں اور ہر وقت رجوع ہو کر توحید پر پختگی ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا عملی اعتراف ہے۔ کہ مرادوں کے دینے والا صرف خدا ہی ہے۔ دوم دعا کے قبول ہونے اور مرادوں کے ملنے پر ایمان قوی ہوتا ہے۔ سوم علم اور حکمت میں زیادتی ہوتی ہے۔ چہارم دعا کی قبولیت کے وعدہ کے موافق ظہور پذیر ہونے سے معرفت پیدا ہوتی ہے۔ اِسی سے یقین اور پھر یقین سے محبّت اور محبت سے اطاعت، اور اطاعت سے ہر قسم کے گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نجات اور فلاح ہے۔

پانچواں ذریعہ - پھر معرفت الٰہی کا ایک وسیلہ مجاہدہ ہے۔ مجاہدہ کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ خداداد قوتوں اور طاقتوں کو اُسی کی راہ میں لگا دیا جائے۔ یہ مجاہدہ کبھی اموال کے ذریعہ کبھی نفوس کے ذریعہ، کبھی عقول کے ذریعہ، اور کبھی زبان کے ذریعہ کرنا پڑتا ہے۔ غرض یہ کہ انسان ساری طاقتوں کو اُسی کی راہ میں لگا دے۔ جب اس اصل کو مدنظر رکھے گا۔ تو اُس کا ہر فعل اور قول ہر حرکت و سکون خدا تعالٰے ہی کے لئے ہوگا۔ اور اس میں وہ اذنِ الٰہی اور رضاء الٰہی کو مقدم کریگا۔ اس سے نہ صرف نیکیوں کی توفیق ملیگی۔ بلکہ اس کے اوقات میں ایک ضبط اور کاموں میں ایک ترتیب ہوگی۔

اِسی بنا پر اللہ تعالٰی نے فرمایا:- والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں۔ اُن پر ہم اپنی راہیں کھولدیتے ہیں۔ یہاں فینا کی قید لگا کر ان تمام ریاضات اور مشقتوں سے الگ کر دیا۔ جو بعض لوگ ہندو فقیروں اور جوگیوں کے طریق پر اختیار کر لیتے ہیں۔ جن کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

چھٹا ذریعہ - اس مجاہدہ میں استقامت ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ ان تمام ذرائع کو جو خداشناسی اور معرفت الٰہی کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ ان میں بڑے مستقل مزاج اور ثابت قدم رہو۔ کوئی مصیبت اور تکلیف تم کو ہلا نہ دے چنانچہ فرمایا:- اِنَّ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے عمل اور قول سے بتا دیا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے۔ اور پھر استقامت اختیار کی طرح طرح کی بلاؤں اور آزمائشوں کے وقت ثابت قدم رہے۔ اُن پر فرشتے اُترتے ہیں۔ کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو۔ اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ۔ کہ تم اس جنت کے وارث ہو گئے۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں

اِن وسائل معرفت پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن میں کیسی ایک ترتیب اور نظام ہے۔ کس طرح پر انسان ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

استقامت علی الایمان ہو یا علی الدعا ہو یا استقامت فی المجاہدہ ہو وہ بہرحال خدا تعالٰے کی رضا اور نزول ملائکہ وحصول بشارات کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اور اسی عالم میں انسان ملائکہ کو دیکھ لیتا اور ان کی دوستی کے نتائج کو پالیتا ہے۔

ساتواں ذریعہ - صحبت صادقین ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کونوا مع الصّادقین۔ اِن صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت میں رہ کر انسان اُن کے نمونہ اور عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور خدا تعالٰے اُن سے جو معاملہ کرتا ہے۔ اُن کی تائید اور نصرت فرماتا ہے۔ تو اُس سے ایمان میں تازگی اور قوت آتی ہے۔

آٹھواں ذریعہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقتدا اور مربّی یقین کرنا اور آپ کے نمونہ اور اسوہ کو زیر نظر رکھنا، اِسی معیار پر اپنے اعمال کا محاسبہ اور آپ ہی کے آئینہ میں اپنی خوبیوں کا اندازہ کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ پس عمل درآمد میں کوئی بات اس نمونہ سے الگ نہ ہو۔ اور ایسا ہی فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اللہ تعالٰے کا محبوب بنا دیتا ہے۔ اور اس سے گناہوں کی معافی ملتی ہے

نواں ذریعہ - کثرتِ ذکر الٰہی اور تسبیح وتحمید کے ساتھ استغفار کی کثرت ہے۔ اس سے روحانی پردے دور ہو جاتے ہیں۔ اور انسان خدا تعالٰے کی معرفت میں ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت ہوئی۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ اور واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون۔

دسواں ذریعہ - قرآن مجید میں معرفتِ الٰہی کے اسباب اور ذرائع میں قرآن مجید کی متحدیانہ پیشگوئیاں ہیں۔ جو ہر زمانہ میں اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ اُن پر نظر کرنے سے انسان کا ایمان ترقی کرتا ہے۔ اور معرفت الٰہی بڑھتی ہے مثلاً جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ مکّہ کی ابتدائی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ واللہ یعصمک من الناس یعنی اللہ تعالٰے تجھے دشمنوں کے جانستاں حملوں سے بچا لیگا۔ آخر کفار مکّہ کے منصوبے اور مخفی تدبیریں کچھ بھی آپ کا بگاڑ نہ سکیں کسی دشمن کا قتل کر دینا کوئی بڑی بات

نہیں، مہذب گورنمنٹوں کے نظام میں بھی قتل کی وارداتیں ہو جاتی ہیں۔ پھر عرب جیسے ملک میں جہاں سارے ہی دشمن ہوں، کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ مگر اس پیشگوئی کے ماتحت آپ محفوظ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شجاع، دلیر انسان کو اس کی ہی حکومت کے دور میں شہید کر دیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت بے کسی کے عالم میں جبکہ آپ یکہ و تنہا تھے محفوظ رہنا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا زبردست ہاتھ آپ کا حافظ و ناصر تھا۔

غرض پیشگوئیوں کا ایک بحرِ مواج ہے۔ جو قرآن کریم میں نظر آتا ہے۔ یہ پیشگوئیاں معرفت الٰہی اور ایمان کے بڑھانے میں بڑی مؤید ہیں۔

گیارھواں ذریعہ۔ قرآن مجید کی اس تعلیم کی تاثیرات اور برکات ہیں۔ اور اسلام کی ابدی حفاظت اور نصرۃ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ مبعوث ہوتے رہیں گے۔ جو قرآن مجید کی تاثیرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کے اعجازی نمونے ہونگے۔ اور اس طرح پر ہمیشہ یہ سلسلہ معرفت الٰہی کے بڑھانے والا ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے مکالمات سے فیض پاتے اور تازہ بتازہ نشانات سے اس کی ہستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ کا وہ زندہ نمونہ ہوتے ہیں۔ قبولیت دعا کا نشان انہیں دیا جاتا ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں اُن کی نصرت و تائید ہوتی ہے۔ غیب کی خبریں قبل از وقت ان پر ظاہر کی جاتی ہیں۔ غرض ایسے لوگ معرفتِ الٰہی کا ایک مجموعی ذریعہ ہوتے ہیں۔

۱۹ ۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد سوال ہوتا ہے۔ کہ کیا اس زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ نے کسی ایسے بندے کو نازل کیا؟ اس کا جواب مختصر الفاظ میں یہی ہے کہ ہاں! جب خدا تعالےٰ نے دیکھا۔ کہ دنیا پر غفلت اور تاریکی چھا رہی ہے۔ اور فسق و فجور بڑھ رہا ہے۔ اور لوگ حقیقی خدا کو چھوڑ کر ایک انسان کے بچے کو خدا بنا رہے ہیں۔ ایسا خدا تجویز کر رہے ہیں۔ جو ذرات عالم تک کا خالق و مالک و رازق نہیں۔ تو غیرت الٰہی نے جوش مارا۔ اور اپنے وعدہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام کو جو غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہلاتا تھا قادیان میں نازل فرمایا۔ اسی طرح جس طرح پر خدا تعالےٰ کے مامور و مرسل دنیا میں آتے ہیں۔ وہ آیا۔ زمانہ نے اُس کی ضرورت بتائی۔ اور زمین و آسمان نے اس کی تائید و نصرت کے نشانات پیش کئے۔ یہاں تک وہ نشانات جو اس کے آنے کے متعلق احادیث اور قرآن کریم میں آئے تھے۔ وہ پورے ہوئے اور خدا تعالےٰ نے اس کی تائید و نصرت کے لئے اُس کے ہاتھ پر بھی نشانات ظاہر فرمائے جن کے دیکھنے والے اکثر زندہ موجود ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل کی بات ہے۔ کہ ان سطور کا لکھنے والا بھی اُن میں سے ایک ہے۔ یہ شخص جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا۔ دنیا میں مسیح موعود اور مہدی کے نام سے ظاہر ہوا۔ اُس نے مذاہب باطلہ پر اسلام کا غلبہ ثابت کیا۔ اور مسلمانوں کی علمی اور اعتقادی غلطیوں کی اصلاح کی اور ایک کثیر جماعت کو خدا کے سامنے جھکا دیا۔

تمام مذاہب پر اتمامِ حجت کر چکنے کے بعد خدا تعالیٰ کے وعدہ اور امر کے ماتحت وفات پا گیا۔ اور اپنی تعلیم اور جماعت کو دنیا میں چھوڑ گیا۔ اب کوئی شخص ہے۔ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام قادیانی کے نام سے واقف نہیں اس کی جماعت اکیلی جماعت ہے۔ جو امام رکھتی ہے۔ اور وہ حضرت مہدی کا ایک جان نثار اور وفادار خادم اس کے رنگ میں رنگین ہے۔ اسی طرح جس طرح اس کا آقا حضرت سرورِ عالم صلعم کے رنگ میں رنگین تھا۔ وہ اپنے نام کی طرح نور الدینؓ ہے۔ جس کے لبوں پر قرآن کریم کے حقائق و معارف کا اعجاز زندہ کیا گیا ہے۔ جو ہر طالب حق دیکھ سکتا ہے۔

۲۰ ۔ الغرض معرفت الٰہی کے حقیقی وسائل قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو اپنی تاثیرات اور برکات سے ہمیشہ تازہ اور سریع الاثر نظر آتے ہیں۔ ان فیوضات اور برکات کا زندہ ظہور اسوقت سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ہے۔ جو دنیا میں یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ سچی پاکیزگی حقیقی طہارت اور نجات کے لئے اسلام کے سوا دوسرا طریق نہیں۔ زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور نام نہیں دیا گیا۔ یہی وہ پاک وجود ہے۔ جکی نبوت اور فیوضات کا دامن ابدی ہے۔ ہاں ان فیوضات کو حاصل کرنے کے لئے اب ایک ہی راہ ہے۔ کہ انسان حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اُس نور کو حاصل کرے۔ جو اس راہ سے نہیں آتا۔ وہ اپنے مقصد سے دُور ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ماموروں کا منکر حقیقی فلاح نہیں پا سکتا۔

پس سنو اور یاد رکھو۔

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ۔ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

(نوٹ) اس مضمون کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ نے پڑھ کر مسودہ پر اپنی قلم مبارک سے لکھا تھا۔

مسلم یونیورسٹی کی مذہبی اور علمی سرگرمیاں

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مسلمانانِ ہند کا تمدنی مرکز ہے اور اس ادارہ کے منتظمین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے۔ کہ اس دعویٰ کو واقعتاً صحیح ثابت کریں۔ چنانچہ یہاں علاوہ اس کے کہ طلباء کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور تبادلہ خیال کرنے کے مواقع بہم کئے جاتے ہیں۔ انہیں اس بات کی بھی ہدایت اور تاکید کی جاتی ہے۔ کہ دنیا کے مسائل کو سمجھیں۔ اور اس میں اُن کے اُستاد صلاح و مشورہ سے مدد کرتے ہیں طلباءً کو اس کی بھی تاکید کی جاتی ہے۔ کہ وہ زمانہ طالب علمی میں اپنی ساری توجہ مطالعہ اور حصولِ علم کی طرف مبذول رکھیں۔ تاکہ آئندہ زندگی کے لئے وہ زیادہ مستعدی کے ساتھ تیار ہو سکیں۔

مسلم یونیورسٹی کا خاکہ جدید ترین ترقی یافتہ اصول پر بنایا گیا ہے۔ جس میں ہندوستان کے حالات اور مسلمانانِ ہند کی مخصوص ضروریات کے لحاظ سے ترمیم و اصلاح بھی کی گئی ہے۔ یہ ایک اقامتی یونیورسٹی ہے۔ اور رہائش کا انتظام ہال سسٹم پر ہے۔ جن کی نگرانی کے لئے پرووسٹ وارڈن اور اسسٹنٹ وارڈن متعین ہیں۔ جو طلباء سے ملتے جلتے اور ان کے معاشی اور علمی معاملات میں مدد دیتے ہیں اس طریقہ سے طلباء اور اساتذہ میں دلی رابطہ و اتحاد پیدا ہو گیا ہے۔ جو اسلامی معاشرت کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی سوسائٹیاں اور انجمنیں ہیں۔ جو طلباء کے لئے نہایت ہی مفید کام کر رہی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت مسلم یونیورسٹی یونین کو حاصل ہے۔ جو ہندوستان میں طلباء کی قدیم ترین منظم جماعت ہے اور اس نے ملک کو بہت سے نامور اور مقتدر افراد دیئے ہیں۔ یہیں پر طلباء خطابت کا فن سیکھتے ہیں۔ جو قومی کاموں اور قیادت کی خدمات میں نہایت ہی کارآمد چیز ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی زمانہ حال کی تاریخ میں بہت سی درخشاں ہستیاں اسی یونین کی پیداوار تھیں اور ان کی کامیابی کی بنیاد وہی تربیت تھی۔ جو انہوں نے یونین کے رکن یا عہدیدار کی حیثیت سے حاصل کی۔ یونین ایک آزاد جماعت ہے۔ اور اس کے عہدیدار جو خود طلباء کے منتخب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ انصرام امور میں تقریباً بالکل خود مختار ہیں۔ یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر صاحب بحیثیت اپنے عہدہ کے اس انجمن کے صدر ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا کام محض بوقت ضرورت صلاح و مشورہ سے مدد دینا ہے۔ اور طلباء کی ہمت افزائی کرنا۔ ورنہ یونین کے تقریباً تمام جلسوں کی صدارت وائس پریسیڈنٹ کرتا ہے۔ جو طلباء کا منتخب کیا ہوا اور خود بھی طالب علم ہوتا ہے۔ یونین کے پاس اپنی عمارت اور ہال ہے جیکی۔

میں کیونکر احمدی ہوا

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب حافظ محمد حیات صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس حافظ آباد کی قلم سے

یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا۔ کہ بچپن ہی سے مجھے نماز پڑھنے کی عادت ہوگئی تھی۔ جبکہ میں مڈل سکول حافظ آباد میں پڑھتا تھا۔ اُن ایام میں ہمارے ہاں یہ قاعدہ تھا۔ کہ عشاء کی نماز کے بعد اکثر بزرگان مسجد میں بیٹھا کرتے اور مختلف مسائل پر دینی اور بعض وقت دنیاوی باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ اوائل سال ۱۸۸۹ء میں اُن کا یہ عام دستور ہوا کہ گاہے گاہے مولوی جلال الدین صاحب سکنہ پیرکوٹ کی زبانی اور گاہے کسی دیگر حافظ سیاح وغیرہ کی زبانی یہ بات اکثر سنا کرتے تھے۔ کہ بٹالہ کے پرگنہ میں ایک ایسے زمیندار رئیس کے صورت میں ہیں۔ جنکے حالات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کوئی خدا رسیدہ ولی اللہ ہے خاموشی میں اُس کی زندگی ہے، دنیاوی کاروبار سے واسطہ نہیں۔ قرآن مجید کا عاشق ہے۔ گاہ یہ بھی ذکر ہوتا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور جو کوئی شخص اس کے پاس اپنی حاجت لے کر جاوے، مہمان نوازی کرتا ہے۔ دین کی باتیں سناتا اور زیادہ تر اس بات پر زور دیتا ہے۔ کہ میرے پاس ٹھہرو۔ قرآن پڑھو۔ نماز پڑھنے میں جب تک تم ایک لذت محسوس نہ کرو۔ اور کوئی خاص نشان نہ دیکھو۔ یہاں۔ سے مت جاؤ۔ اور حاجات کے متعلق وہ خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر قبل از وقت اطلاع دیتا ہے زیادہ تر طرفہ یہ کہ کوڑی پیسہ۔ کا سوال نہیں۔ مہمان نوازی کے علاوہ گھر سے آئی ہوئی روٹی انہیں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

یہ بزرگانِ دیہہ خود اچھے ذی وقار اور ذی عزت تھے۔ اور سب نے تھوڑی بہت ملازمت کی ہوئی تھی۔ کہا کرتے۔ کہ دل چاہتا ہے۔ ایسے بزرگ کی زیارت کی جاوے۔ ہمارے گاؤں کی پیری مریدی حضرت سلطان باہو علیہ الرحمت وگولڑا ضلع راولپنڈی پیر مہر علی شاہ وشیر گڑھ وغیرہ وغیرہ مقام پر تھی۔ اِن بزرگان میں سے شکاری بھی تھے۔ اکثر شکار کی باتیں ہوتیں۔ اور پیر صاحبان بھی شکاری ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا۔ کہ فلاں پیر کے پاس بڑے اچھے گھوڑے ہیں۔ اور کتے (سگ) بڑے دوڑنے والے ہیں۔ اور اُن کی وصولی شیرینی سالانہ کے متعلق ہنس ہنس کر باتیں سناتے اور خوش ہوتے۔ کہ کس طرح پیروں کے اردلی ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر اور بل چھوڑ کر شیرینی وصول کرتے۔ اور جذبہ کے طور کہتے۔ کہ فوراً پیر صاحب کے قدموں میں جا کر شیرینی ادا کرو۔ گھوڑے، بیل، خچر، اونٹ، بکری جو ملے سب کچھ لے لیتے۔

میں اگرچہ نوخیز بچہ تھا۔ مگر ان باتوں کو خوب سمجھتا تھا۔ میرے سامنے مختلف مکانات کے پیر صاحب تشریف لاتے اور مریدوں سے ملتے جلتے اور شیرینی وصول کرتے۔

میرے لئے یہ تعجب کا مقام ہوتا۔ کیونکہ کبھی کسی پیر نے اپنے مرید سے یہ سوال نہ کیا ہوتا۔ کہ میاں تم نمازیں پڑھتے ہو یا نہیں، اور نماز آتی بھی ہے، بس شیرینی لی۔ اور رفو چکر ہو گئے۔ خوشی ہوئی۔ کہ چلو ایک سال کی چھٹی ہوئی۔ غرضیکہ اس طرح کی بے شمار اور ناہنجار باتیں ہیں۔ جنکو میں بنظرِ طوالت چھوڑتا ہوں۔ مثال، چھنّہ جبراً مستورات سے پیر صاحب کا کارندہ چھین کرلے جاتا۔ ایسے ایسے حالات پا کر اُس بزرگ کا واقعہ مجھے یاد آجاتا۔ جو بٹالہ کی طرف رہتا اور گھر سے آئی ہوئی اپنی روٹی بھی غریب مسافروں کو دے دیتا۔ اُس زمانہ سے ہی اِن پیروں سے میں کنارہ کش رہا۔ نماز کی عادت کی طرح یہ بھی ایک نمایاں خدا کا فضل میرے شاملِ حال ہوا۔ اتفاق حسنہ ایسا ہوا۔ کہ ۱۸ سال کی عمر میں مجھے ملازمت کے لئے سیالکوٹ جانا پڑ گیا۔ محکمہ پولیس میں ملازم ہوا۔ قواعد پریڈ سے فارغ ہو کر میری نوکری دفتر میں محافظ دفتر کے ساتھ لگائی گئی۔ نیز مجھے یہ حکم بھی دیدیا گیا۔ کہ پلٹن ۲۳ ڈوگرہ جو اُن دنوں سیالکوٹ چھاونی میں مقیم تھی۔ ڈرل انسٹرکٹر کا کام سیکھوں۔ جسمیں مجھے نمایاں کامیابی ہوئی۔

میر حامد شاہ صاحب دفتر ضلع میں ملازم تھے۔ وہ نماز ظہر اکثر مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ نہایت نیک انسان تھے۔ راہ رَو چلتے داہنے بائیں نہ دیکھتے اور خدا کی تسبیح کرتے جاتے تھے۔ چونکہ وہ دفتی اجازت لے کر آتے تھے۔ سلام علیکم وعلیکم السلام سے زیادہ بات چیت نہ ہوتی تھی۔ سال ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ کہ پولیس لائین میں کسی شخص نے یہ خبر سنائی۔ کہ حکیم حسام الدین صاحب کے مکان پر کوئی بزرگ دُور سے تشریف لائے ہیں۔ اکثر لوگ ان کی زیارت کو جاتے ہیں۔ لالہ بھیم سین مشہور وکیل اور شیخ اللہ داد صاحب اُن کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ اور خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ چوہدری نبی بخش صاحب کورٹ انسپکٹر سے یہ بات چیت ہو کر صلاح ٹھہری کہ دفتر سے فارغ ہو کر وہاں چلینگے اُسی دن مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ میر حامد شاہ صاحب کے والد صاحب کا نام حکیم حسام الدین ہے۔ چنانچہ دفتر سے فارغ ہو کر ہم دونوں جلدی جلدی مسجد حکیم حسام الدین میں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ مسجد کے صحن میں ۲۰/۵ کے قریب صاحبان تشریف رکھتے ہیں۔ اور ایک وجیہہ جوان لمبے قد کے وعظ فرما رہے ہیں۔ وعظ کا کیا ذکر کروں۔ گویا منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ کسی نے ذکر کر دیا۔ کہ یہ مولوی نور الدین بھیرہ والے ہیں۔ لیکن ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہ بعد میں باہر سے یہ آوازیں آرہی ہیں۔ کہ جو کچھ ہے یہی نور الدین ہے۔ مرزا مہدی و مسیح بن کر آیا ہے۔ کوئی کہتا۔ کہ لدھیانہ میں بھی شور و شر ڈال آیا ہے۔ نامناسب اور کسرِ شان الفاظ استعمال ہوتے تھے میر حامد شاہ و ماسٹر کریم بخش صاحب مشن سکول کے ٹیچر بھی موجود تھے۔ جو بعد ازاں مولانا مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے اور لیڈر قوم کا خطاب پایا۔ اُن کے والد بزرگوار چوہدری محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر رئیس اعظم شہر سیالکوٹ بھی موجود تھے۔ ہم لوگ شش و پنج میں واپس پولیس لائین سیالکوٹ ہوئے۔ کیونکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ یہ پرچہ سارے شہر کے اندر ہو رہا تھا۔ اور امام مہدی اور مسیح موعود پر بحث تھی۔ مسیح اور مہدی ایک ہی بات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر جابجا ذکر ہوتا تھا۔ چوہدری نبی بخش صاحب میرے ہمراہی نہایت دیندار واقع ہوئے تھے۔ ان کو شائد مزید معلومات ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق دو باتیں لڑکپن سے میرے زیر نظر و زیر غور تھیں۔ ایک تو یہ کہ چھوٹی عمر میں ایک کتاب گھر والوں نے پڑھائی تھی جس کا نام تھا "پکّی روٹی"۔ اُس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ

جے کوئی پُچھّے عیسیٰ علیہ السلام دی عمر کتنی ہے
توں آکھ جی ۱۲۰ ورھے (سال) دوسرے

جمعہ کے خطبات میں پڑھا تھا۔ کہ

آدمؑ کہاں حوّا کہاں عیسیٰ کہاں مریم کہاں
چل بسے سب انبیاء اس بات کا ہے سب کو غم

یہ عام طور پر امام مسجدوں میں خطبہ پڑھایا کرتے تھے۔ پس میں تو بچپن میں سمجھتا تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ہیں۔ اور احوال الآخرت نام کتاب میں امام مہدی کے سارے مسائل پڑھے اور سنے ہوئے تھے۔

دوسرے دن چوہدری نبی بخش صاحب سے میں نے عرض کیا۔ کہ بھائی صاحب میں نے دل میں ٹھان لیا ہے۔ اور میخ کی طرح میرے صحیح خیالات میں یہ بات جم اور بیچ گئی ہے۔ کہ بحث کر لینی چاہیئے۔ خدانخواستہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ بھی گئے۔ تو پھر اُن کی بیعت کریں گے غلط فہمی بھی ہوا کرتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ وہ ہنس پڑے۔ اور کہا۔ کہ واقعی یہ سچی بات ہے۔ وہ قوم کے اعوان اور باشندہ موضع بھاداجکے ضلع سیالکوٹ کے تھے۔

وہ ہمارے گاؤں موضع گرٹھی اعوان متصل حافظ آباد کے خوب واقف تھے۔ اُن کو یہ بھی علم تھا۔ کہ ہمارے دیہہ والے پیری مریدی والے لوگ ہیں۔ ایسی باتیں وہ کیا جانیں۔ اس خیال کے ماتحت وہ مجھ کو چھوڑ کر علیحدگی میں ایک دن پہلے بیعت کر آئے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ فیصلہ ہوا۔ کہ صبح چلیں گے۔

جس طرح ہوا۔ رات گذاری۔ صبح اس محلہ میں پہنچے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب حکیم حسام الدین صاحب والی نشست گاہ میں بیٹھے ہیں۔ وہاں حاضر ہوئے

یہ پہلا موقعہ تھا۔ جبکہ حضرت صاحب کا دیدار ہوا۔

آنحضور کے چہرۂ مبارک اور جلوہ کی طرف دیکھانہ جاتا تھا۔ حالانکہ آپ نظر نیچی رکھتے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ کسی وقت بڑی بڑی آنکھیں کھول کر کوئی ارشاد فرماتے۔ اور تبسّم کی عادت بھی حضورؑ کی شان کو نرالی کر دیتی تھی۔ کسی وقت دستار مبارک کا پلّو دہن مبارک پر رکھ لیتے تھے۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے بیعت ہو چکی تھی۔ چونکہ ہم لوگ دور جگہ پولیس لائن سے آرہے تھے۔ بیعت کے لئے عرض کیا گیا۔ اوس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب و میر حامد شاہ صاحب و کچھ دوست لاہور کے موجود تھے۔ آنحضورؑ نے بیعت منظور فرمائی اور دُعا کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سے کچھ ذکر فرمایا۔ جس کو میں سُن نہ سکا۔ اس واسطے مگا بعد ہی مجھے مولوی عبدالکریم صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کو اپنی نوکری سے جب فرصت ہو۔ میرے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لئے آیا کرو۔ آپ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوگا۔ اُس وقت میں نے سمجھا۔ کہ یہ آنحضورؑ کا ارشاد مولوی صاحب کو میرے متعلق ہوا ہے۔ سبحان اللہ ماں باپ سے پیارے مسیحا کی کس کس بات کا آئندہ ذکر کروں۔ اجازت لے کر واپس ہوئے۔ مجھے زیادہ علم بحث مباحثہ کا تو نہ تھا۔ یہ منادی اپنے دوست آشناؤں میں کر دی۔ کہ خدا کی قسم یہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ اکثر لوگوں نے بیعت کر لی۔

حضورؑ کے سیالکوٹ سے تشریف لے آنے کے بعد شہر کے اندر بڑی ہل چل مچ گئی۔ مولوی صاحبان مسجدوں میں شیر بن کر بیٹھ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی بھی گرجتے گرجاتے آنکلے۔ حافظ عبدالمنان نابینا وزیر آبادی شاگرد بٹالوی صاحب نے بھی سر نکالا شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب بزعم خود محدث نے دہلی کو جگایا اور وہاں سے چنگاریاں نکلنی شروع ہوئیں۔ میں کسی وقت بٹالوی صاحب و شیخ الکل صاحب کے متعلق عرض کروں گا۔ فی الحال بٹالوی صاحب کا یہ فقرہ کہ:۔ ”ہم نے ہی اس کو اونچا کیا تھا۔ ہم ہی گرا دیں گے“ ہر ایک مسجد سے واعظ ہونے لگا۔ دراصل اُن کے سامنے یہ بات آجاتی۔ کہ یہ دعوے اگر کرنا تھا۔ تو شیخ الکل نے کرنا تھا۔ ایک دیہاتی زندگی والے کی کیا حیثیت ہے۔ وغیرہ وغیرہ

سال ۱۸۹۲ء کی دوسری ششماہی میں مجھے تنعہ پھلور ٹریننگ سکول میں تعلیم کے لئے جانے کا حکم ہوگیا۔ سال ۱۸۹۳ء کے شروع میں ایکٹ شہادت ہند و پولیس رول اور دیگر قوانین کا امتحان ختم ہوا۔ نتیجہ میں خدا کے فضل سے پاس بھر میں فسٹ رہا۔ اور میری سپیشل طور پر ترقی ہوئی۔ اور بطور لا انسٹرکٹر میری خدمات سیالکوٹ سے تنعہ پھلور میں منتقل ہوگئیں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے اور خاص کر وہ دوست خوب جانتے ہیں جو اس جگہ رہ چکے ہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات سے بے خبر رہا۔ ہاں اگر کبھی لدھیانہ جانے کا موقعہ ملتا تو وہاں سے تسکین پاتا قریباً تین سال کے بعد پھر مجھے سیالکوٹ واپس جانیکا حکم ہوا۔ سیالکوٹ پہنچ کر دوستوں سے ملا۔ سیالکوٹ شہر اور مضافات کو نمایاں کامیابی تھی۔ شائد اس لئے کہ خدا کا مسیح اس شہر کے اندر سات سال تک رہ چکا تھا۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین رضؓ اعظم بھی نزدیک جموں ریاست میں رہتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب پر مولوی صاحب کا سایہ ابرِ رحمت بن کر پڑا۔ ورنہ سرسیّد احمد صاحب کے نیچری خیالات کا شکار ہو رہے تھے۔ پھر حضرت حامد شاہ صاحب جیسا رفیق اُن کی اردل میں موجود رہتا۔ یہ باتیں ہیں جنہوں نے سیالکوٹ کی جماعت کو ممتاز کر دیا۔ ہر ہفتہ ہر مہینہ دوست قادیان آتے جاتے رہتے۔ میر حامد شاہ ضلع سیالکوٹ کے سپرنٹنڈنٹ ضلع تھے۔ اور صاحبان ضلع و کمشنر اُن کا خاص ادب کرتے تھے۔ ایک یورپین صاحب شائد اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ جب وہ گھڑی کی طرف دیکھتے، کتنا ضروری کام دفتر کا ہوتا۔ وہ فرماتے ”حامد شاہ صاحب دو بج گئے ہیں آپ نماز پڑھ آویں۔“ گویا حامد سیالکوٹی اس قدر عاشقِ نماز تھے کہ دو بجے اور نماز کے لئے چل دیئے جس پر وہ صاحب بہادر خود ثواب لینے لگ گئے۔ اور دو بجے اُن کو اجازت دے دیتے۔

پیارے دوستو! اس سے میری مراد حامد سیالکوٹی کی اوصاف بیان کرنا نہیں بلکہ اپنے مسیح علیہ السلام کی قوّت قدسی کو آپ تک پہنچانا ہے جس کی دعاؤں کی یہ برکت تھی۔ یہ سپرنٹنڈنٹ ضلع کا ہے کا تھا مسیح کے دروازے کا ہر وقت کا سائل تھا۔ جب موقعہ ملتا۔ قادیان پہنچ جاتے۔ ایک لوہی گرم رکھی ہوئی تھی اُسے اوڑھ لیتے قادیان آکر پرالی وغیرہ کا رات کو سرہانا بنا کر عام لوگوں میں سوتے۔ بعدازاں عرصہ تک حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب کا بھی یہی عمل درآمد رہا۔

میری ملازمت محکمہ پولیس کی تھی جس میں کوئی تعطیل نہیں۔ مگر یہ خدا کا فضل ہوتا۔ اکثر دفعہ عیدین کی نماز قادیان پڑھتا۔ جلسہ سالانہ اس وقت تک ایک بھی نہیں جس پر میں نہ پہنچا ہوں۔ رخصت کا انتظام کر لیتا تھا۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قادیان شریف میں نماز عید پڑھانے کا کیا انتظام تھا۔ پنجاب کے اندر اکثر مولوی صاحبان سے میری واقفیت اور روشناسی ہے عید یا جمعہ کے دن وہ کسی سے ملنا یا بات کرنا اس وجہ سے پسند نہیں کرتے کہ خطبہ کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی بات دریافت کرے۔ تو گلے پڑ جاتے ہیں۔ کہ جانتا نہیں ہے۔ کہ آج ہمارے ذمہ کتنا کام ہے۔ نماز کے موقعہ پر ایک دو آدمیوں کے سروں پر کتب ہائے کا انبار رکھ دیتے۔ وہاں نشان لگائے جاتے ہیں۔ کہیں کوئی آیت ہے، کوئی حدیث ہے۔ کسی جگہ چند اشعار ہیں۔ جن کو عجیب لَے میں پڑھا جاتا ہے وغیرہ

ایک دفعہ عید الضحیٰ کا ذکر ہے۔ کہ مسجد میں بکثرت لوگ موجود تھے حضرت صاحب تشریف لائے۔ ایک سُرخ بانات کا کوٹ پہنا ہوا ہے غسل تازہ فرمایا ہوا ہے۔ اور ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ کہ چہرہ مبارک سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ حضورؑ مسجد میں صف اوّل میں تشریف رکھتے۔ نزدیک نزدیک حضرت مولانا مولوی نورالدین اعظم۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب و حضرت مولوی فضل الدین بھیروی و حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور بہت سے مولوی صاحبان تشریف رکھتے تھے۔ ایک دوست نے جن کا نام میں بھول گیا ہوں چپکے سے حضورؑ کے گوش مبارک کیساتھ ہو کر کہا۔ کہ حضور نماز کون صاحب پڑھاویں گے۔ میرے آقا نے فرمایا۔ کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب سے عرض کرو۔ سیّد محمد احسن صاحب مسجد کے اندر نہ تھے۔ وہ باہر صحن میں دور بیٹھے تھے۔ حضور کا حکم اُن کو اچانک پہنچا۔ کہ آپ خطبہ و نماز پڑھاویں گے۔ مولوی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور چلتے ہوئے فرماتے جاتے۔ میرے مسیح نے کہا ہے۔ میں خطبہ پڑھوں۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ خدا کے نبی کا فرمان میرے لئے ہوا ہے۔ کہ میں خطبہ پڑھاؤں۔ آپ محراب مسجد میں تشریف لے گئے۔ مولوی سیّد محمد احسن صاحب نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب کے پاس کوئی کاغذ یادداشت کا نہیں۔ نہ کوئی کتاب ہے۔ نہ پنسل دوات ہے۔ ناظرین اخبار الحکم سے یہ خطبہ ملاحظہ فرماویں۔ کہ کسقدر جامع اور علوم کا مخزن ہے۔ ایک دریا کو کوزہ میں بند کیا ہوا ہے۔ اور سال ۱۹۰۸ء تک یہی عمل رہا۔ حضورؑ کے صحابہ مولوی صاحبان سب کا یہی طرز طریق تھا۔ اور نہایت سادگی تھی۔ دوسرے مولوی صاحبان جیسے بناؤ سنگار کی انکی عادت نہ تھی۔ بعدازاں یہی حال آپ کے خلفاء کا نظر آرہا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں۔ کہ اب ہمارے حضرت فاروق ثانی ۳ بجے دن کو لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ تو لبا اوقات رات کے ۹ بج گئے ہیں۔ ابھی ذخیرہ باقی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک حمائل شریف اور چھوٹے چھوٹے دو چار کاغذات کے سلپ ہیں۔ نہ کوئی انبار کتابوں کا سامنے ہے

(۱)

پھر اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ کہ یہ حضرت مسیحؑ کی دعاؤں اور قوتِ قدسی کا اثر ہے۔ ایک بات مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی خوب یاد ہے اور اُن کے طرز کلام سے نہایت خوشی ہوئی۔ وزیر آباد سے وہ لائل پور کیطرف روانہ ہوئے۔ انٹر کلاس میں میں بھی موجود تھا۔ مولوی صاحب کے پاس ایک بستہ کتابوں کا تھا۔ میری نظر جس کتاب پر پڑی۔ وہ ”سرمہ چشم آریہ“ تھی۔ اُس کتاب کو دیکھ کر میں نے بہتیری کوشش کی کہ خاموش رہوں۔ مگر میں رہ نہ سکا۔ میں نے مولوی صاحب سے عرض کی۔ کہ آپ تو مرزا صاحب کو دیکھنا یا بات کرنا یا اُن کی کتب کو پڑھنا گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اسکا وعظ فرمایا کرتے ہیں۔ یہ کتاب آپ کے بستہ میں کیونکر ہے۔ اور آپ کیوں پڑھتے ہیں؟ مولوی صاحب نے فوراً جواب دیا۔

...جائی صاحب دیانتداری کی بات تو یہ ہے۔ کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی نہائت اچھی ہے۔ اور آریہ مذہب کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ مجھے مولوی صاحب کے حالات سے اور اُن کی تحریر و تقریر سے نہایت اچھی خاصی واقفیت عامہ تھی۔ میں یہ جواب سنکر نہایت خوش ہؤا۔ کہ ایک دشمن بھی بعض وقت حق بات کہ دیتا ہے۔

(۲) مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی ایک بات ہمیشہ میرے سامنے رہتی ہے۔ اور بارہا میں نے چاہا ہے۔ کہ ان سے مطالبہ کروں۔ مولوی ابراہیم ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے۔ اور مسجد کے اندر زور سے للکار کر کہا۔ کہ مرزا تو کہتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ مگر مَیں خدا کے فضل سے آپ لوگوں کو عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے آیا ہؤا چند سال تک نہ دکھاؤں۔ تو میرا نام ابراہیم نہ رکھنا یہ بات اُن ایام میں مولوی صاحب نے کہی۔ کہ جب میں جوانی کے آغاز میں تھا۔ اور مستری قادر بخش صاحب اُن کے والد بزرگوار زندہ تھے۔ میں نے اُن سے بھی یہ بات کہدی تھی۔ کہ دس، پندرہ سال تک شاید مولوی صاحب کی مراد پوری ہو جائے۔ اور افسوس کہ مَیں اور مولوی صاحب بڈھے ہو گئے۔ انہوں نے نہ تو عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان سے آتا ہؤا دکھایا۔ اور نہ اپنا نام تبدیل کرایا۔ ہاں ان کی اس خاموشی پر میں ص کرتا ہوں۔

(۳) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت احمد علیہ السلام لاہور میں میاں چراغ الدین صاحب رئیس کے مکان میں فروکش تھے۔ وہاں پہنچکر مجھے معلوم ہؤا۔ کہ لاہور کے آدمیوں نے چند اوباش لوگوں کو اُجرت پر رکھا ہؤا ہے اور حضرت اقدسؑ کو گالیاں دلوائی جا رہی ہیں۔ سڑک حضرت شاہ محمد غوث کا واقعہ ہے۔ وہاں سے ایک گروہ پٹھانوں کا گذرا۔ جو علاقہ سرحد کے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کے حرکات دیکھ کر کہا۔ کہ دیکھو تم لوگوں کا وطیرہ اور طرز طریق کل بھی دیکھا ہے۔ اور آج بھی دیکھا ہے۔ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو پھر لاچار ہم لوگ حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر لیں گے۔ کیونکہ خدا کے ماموروں کا یہی نشان ہے تم لوگوں کو آگے سے جواب دینے والا کوئی نہیں۔ احمدی صاحبان چپکے سے گزر جاتے ہیں۔ اور آپ کمینہ حرکت کئے جاتے ہیں۔ موازی ۸ رفی کس اُجرت تھی۔ بعد ازاں وہ لوگ فوراً منتشر ہو گئے۔ پھر یہ اُجرتی آدمی کہیں نظر نہ آئے۔ اور یہ طریق مسدود ہو گیا۔

(۴) اسی سال کا واقعہ ہے۔ کہ بریڈ ہال لاہور میں حضور کا لیکچر ہؤا۔ ہال کچھا کھچ بھرا ہؤا تھا۔ جس میں ہر فرقہ مذہب و ملت کے آدمی تھے۔ بڑے بڑے عیسائی پادری اور آریہ شامل تھے۔ مولویوں نے یہ بات لوگوں میں مشہور کر رکھی تھی۔ کہ مرزا صاحب خود گونگے ہیں۔ وہ بول نہیں سکتے۔ یہ لیکچر جناب مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ مولوی صاحب کو یہ ملکہ ذاتی حاصل تھا۔ کہ فلاں سمت میں عیسائی صاحبان اور فلاں سمت میں آریہ صاحبان بیٹھے ہیں۔ بعض اوقات مولوی صاحب زور سے اور ہاتھ کی انگلی کا اشارہ کر کے فرماتے۔ کہ اے عیسائیو۔ اے آرین لوگو۔ تو اُس وقت ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہؤا ہے کہ یہ لوگ چیٹھی تحریر کر کے بھیجتے کہ مولوی صاحب کو منع کیا جاوے اُن کی انگلی کے اشارہ سے ہمارے دلوں کو ٹھیس لگتی ہے۔ اس ہال کے لیکچر کے خاتمہ پر اکثر لوگوں نے ایک شرارت کی وجہ سے یا پیچ مولویوں کے بیان پر اُن کو اعتبار آ چکا تھا۔ چوہدری رحمت اللہ خان صاحب انسپکٹر پولیس کوتوالی شہر لاہور نے آگے ہو کر سٹیج کے دوستوں سے یا براہ راست حضرت صاحب سے ذکر کیا۔ کہ کیا مرزا صاحب خود بول سکتے ہیں؟ اس پر حضورؑ فوراً کھڑے ہو گئے۔ چونکہ لیکچر ختم تھا شور و غل شروع ہو گیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے قرآن مجید کا رکوع تلاوت کرنا شروع کیا۔ اور خاموشی کا سناٹا چھا گیا۔ حضورؑ نے باآواز بلند تقریر فرمائی۔ ہمارے کوتوال شہر سُن سن کر حیران ہو رہے تھے۔ اور عش عش کر اٹھے۔ دعا کے بعد یہ لیکچر ختم ہؤا۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کی رائے مولوی صاحبان کی نسبت اچھی نہ رہی۔ پھر وہ حضرت صاحب کے مداح رہے۔

(۵) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت صاحب ریلوے اسٹیشن لاہور پر گاڑی میں تشریف رکھتے تھے۔ خدام کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگ موجود تھے۔ ایک بڈھا سفید ریش آیا۔ اور حضور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب اپنے مولوی کو حکم دیں۔ کہ قرآن کا ایک رکوع سنا دیے۔ حاضرین بڈھے کی تائید میں ہو گئے۔ دوستو! اب خیال کرنے کا وقت ہے۔ کہ خدا کے مامور و مرسل سے یہ بات کہی جاتی ہے۔ لاہور کا اسٹیشن ہو۔ ہوا چاروں طرف اور خوشنما منظر ہو۔ حضرت صاحب کا اشارہ تھا۔ کہ مولوی صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ بابوؤں نے قلمیں رکھ دیں۔ یورپین سٹاف بُت بنا کھڑا تھا۔ بڈھا بھی ست تھا میری غرض اس بیان سے یہ ہے۔ کہ اسی لاہور کے اسٹیشن پر میں نے سرسید احمد خان و شیخ الکل دہلوی ڈبالوی وندوہ والے ولکھنؤ والے مولویوں و ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کو دیکھا ہے۔ کہ کیا کسی کے حصہ میں یہ بات آئی ہے؟ دراصل یہ اُسی الحکم اور **خدا کے مامور** کا حصہ تھا۔ ہر ایک بات کا ایک نشان رہ جاتا ہے۔

(۶) سال ۱۹۰۴ء میں جب دوبارہ حضورؑ سیالکوٹ میں تشریف لائے ہیں۔ میں شہر سیالکوٹ میں تعینات تھا۔ ایک دن پہلے شہر سیالکوٹ میں عام منادی کی گئی۔ کہ جو کوئی مسلمان مرزا صاحب کو دیکھنے اسٹیشن پر جاویگا۔ یا اُن کے لیکچر میں جاویگا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ اور عورت حرام ہو جائیگی۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کی تشریف آوری پر جب گاڑی محلہ میانہ پورہ سے گذر رہی تھی۔ لوگوں نے گاڑیوں کو اینٹیں مارنی شروع کر دیں۔ کہ کئی شیشے ٹوٹ گئے۔ اور کئی آدمی گاڑی کے ساتھ لپٹ گئے۔ میرے خیال میں آجکل کے مقابلہ میں مردم شماری اُن ایام میں کم تھی۔ لیکن پھر بھی لالہ ٹوڈرمل صاحب مالک سیالکوٹ پیپر نے اپنی اخبار میں لکھا۔ کہ مرزا صاحب کے استقبال کیلئے ۲۵۰۰۰ کا مجمع ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا۔ جو مسلمان تھے۔ اور دوسری اقوام کی تعداد بہت کم تھی۔ اور بعضوں نے یہ لکھا۔ کہ اب مسلمانوں کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں عورتوں کو دوسرے خاوند تلاش کرنے چاہئیں۔ شاہانہ سواری کے ساتھ حضورؑ معہ خدام و حضرت ام المومنین و صاحبزادگان والاتبار کے مقام فرودگاہ مکان حکیم حسام الدین تشریف فرما ہوئے۔

اس سال حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ علالت طبع کے باعث سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے کمترین مولوی صاحب کے واسطے ہوا خوری کے لئے دو اسپہ گاڑی مہیا کرتا۔ اور شام کو ان کو سیر کرایا کرتا۔ گاہے خواجہ صاحب وغیرہ دوست لاہور سے بھی آجاتے۔ اور مولوی صاحب بحالت بیماری لیکچر دیا کرتے تھے حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب سے مل کر فرمایا۔ کہ آپ سیالکوٹ آکر اور گھر کی عمارات دیکھ کر یہاں ہی بیٹھ گئے۔ یہاں کوئی ضروری کام تھا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور اب میری صحت اچھی ہے۔ صرف ایک ہی کام میں کر سکا ہوں۔ اور کچھ نہیں کر سکا۔ وہ یہ کہ علاوہ مردوں کے جو بازاروں اور دیگر مقامات پر چلتے پھرتے ہیں۔ گلی کوچہ میں بیٹھنے والی مستورات کے کان میں یہ بات پہنچا دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حضور! اور مجھ سے یہاں کچھ نہیں ہو سکا حضورؑ نے دستار مبارک مبارک کا پلّو دہن مبارک پر رکھ کر تبسم فرمایا۔ اور مولوی صاحب سے فرمایا۔ تو پھر مولوی صاحب اور کیا کام آپ نے کرنا تھا۔ سب سے بڑا کام تو یہی ہے جس کے لئے میں مامور ہوں۔ اور ہر تقریر و گفتگو میں ذکر کرتا رہتا ہوں۔ سب دوستوں نے مولوی صاحب کے لیکچروں کی تعریف کی حضور علیہ السلام دو چار دن سیالکوٹ رہے۔ اکثر لوگوں سے ملاقات فرماتے رہے۔ اور بیعت بھی بکثرت ہوئی۔ طبیعت بھی کسی قدر ناساز تھی۔ غیر احمدی لوگ بھی بکثرت ملے۔ بعض وقت اس قدر ہجوم ہو جاتا۔ کہ بڑی مشکل ہوتی۔ ایک دن حکیم حسام الدین صاحب نے عرض کیا۔ کہ بہت سے لوگ دیدار فیض اثر سے محروم جاتے ہیں۔ ۴ و ۵ بجے شام کا وقت تھا۔ حضورؑ کو ایک شاہ نشین پر بٹھایا گیا۔ اور لوگ دُور سے دیدار کرتے اور نیچے سے گذر جاتے تھے لیکن مَیں حُسن ظن کی نہیں کہتا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ وہ نظارہ جہاں سینکڑوں اشخاص مشتاق دیدار و جمال ہوں۔ حضورؑ کا چہرہ مبارک چودھویں کا چاند دکھائی دیتا تھا۔ ہندو سکھ وغیرہ دیدار کر کے خوش ہو رہے تھے۔ مجھے یہ خیال آیا۔ کہ امریکہ والے سچے ہیں جنہوں نے حضورؑ کا فوٹو مانگا۔ اور فوٹو دیکھ کر اکثروں نے رائے لگائی۔ کہ یہ مونہہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

مجلس خدّام الاحمدیہ کی ماہواری رپورٹ

عرصہ زیر رپورٹ میں عشرۂ وصیت منایا گیا۔ جس میں مرکزی ممبروں نے نمایاں حصہ لیا۔ اور کثرت سے وصیت فارم پُر کرائے گئے۔ مفصل رپورٹیں ابھی آ رہی ہیں۔ لہذا پوری تعداد کی بعد میں اطلاع دی جائیگی۔

مجلس منتظمہ نے فیصلہ کرکے باہر بھی اطلاع بھجوا دی تھی کہ ۲۶ رمئی کو سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جلسے ہوں۔ مگر بعد میں حضرت ناظر صاحب تعلیم و تربیت نے اِس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایسے جلسے سلسلے میں مسنون نہیں۔ اس تجویز کو نامنظور کر دیا۔ اسلئے تجویز ملتوی کر دی گئی۔ مگر فوری طور پر بیرونی جماعتوں کو اطلاع نہ ہو سکی۔ چنانچہ لاہور، محمود آباد سندھ، مونگھیر اور راولپنڈی وغیرہا میں جلسے منعقد کئے گئے۔

عرصہ زیر رپورٹ میں قادیان کے تمام محلوں میں مجلسوں کا انعقاد ہو چکا ہے۔ اسی طرح باہر کی نئی اور پُرانی مجالس ملا کر اب کل تعداد ۳۷ ہے۔

مقامی مجالس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نمایاں ترقی کر رہی ہیں۔ اُن میں سے مجالس دارالفضل اور دارالرحمت صف اوّل میں ہیں۔ محلہ دارالفضل کے خدّام کی تنظیم دیگر محلہ جات سے گونہ سبقت لے جا رہی ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں جہاں نالیاں صاف کرائی گئیں اور جھاڑیاں کاٹ کر صفائی کی گئی۔ وہاں مریضوں کی عیادت کی گئی۔ چند غرباء گھرانوں کے لئے آٹا جمع کیا گیا۔ صدقے کا گوشت تقسیم کیا گیا۔ حقہ اور سگریٹ نوشی کے انسداد کی طرف توجہ دلائی گئی۔

مجلس اطفال کو زیادہ منظم کیا گیا۔ مربی انہیں نمازوں میں اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ دوکانداروں کو اذان کے ساتھ ہی دوکانیں بند کر دینے کی تلقین کی گئی تعلیم و تدریس کیلئے قاضی محمد نذیر صاحب کی زیر نگرانی ۵۸ طلباء داخل کئے جن میں سے چالیس قرآن مجید باترجمہ پڑھتے ہیں۔

صبح کی نماز میں ممبروں نے احباب کو جگایا۔ اور بارش کے دن رات کی گاڑی پر ممبران لالٹینیں لے کر مسافروں کی رہنمائی کے لئے گئے۔ اور اُن کی مدد کی۔

دارالرحمت:- یہاں کے ممبران نے بھی غرباء کے لئے کھانا مہیا کرنا، عیادت اور تیمار داری کرنے میں نمایاں حصّہ لیا۔ تعلیمی کلاسز کھولی گئیں۔ بچوں کو دعائیں سکھائی گئیں۔ اور انہیں مربیوں کے سپرد کیا گیا۔ دو میتوں کے تکفین و تدفین کا انتظام کیا گیا۔

اس کے سوا حلقہ جات مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ دارالبرکات، دارالسعۃ، مسجد فضل۔ ناصر آباد۔ دارالعلوم ریتی چھلّا میں بھی تن دہی سے کام ہو رہا ہے بعض حلقوں میں سڑکوں کی درستی کا کام باقاعدہ جاری ہے۔ حقّہ نوشی کے خلاف قدم اٹھایا جا رہا ہے۔ بالعموم محتاجوں کی مدد، میتوں کی تکفین و تدفین، امداد غرباء اور تربیت اطفال کے کاموں میں خاص طور پر دلچسپی لی جا رہی ہے۔ بعض حلقوں میں حاضری ابھی پوری طرح تسلی بخش نہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو صحیح طور پر کام کرنے کی توفیق دے۔ اور روح القدس سے تائید کرے۔ اللّٰھُمّ آمین

اس وقت تک خدا کے فضل سے ۳۷ جماعتوں میں مجلس خدّام الاحمدیہ قائم ہو چکی ہے۔ جن کی فہرست علیحدہ اخبار میں دی جا رہی ہے۔ ابھی تک باہر سے باقاعدہ رپورٹیں بھیجنے میں پوری توجہ نہیں کی گئی۔ باہر کی مجلسوں میں سے مجلس لدھیانہ کے ممبروں نے عیادت، امداد، مسجد اور دارالبیعت میں جاروب کشی اور چھڑکاؤ میں نمایاں حصّہ لیا۔ تبلیغ کی گئی۔ اور سڑکوں کی صفائی کی۔ اسی طرح مجلس برہمن بڑیہ بنگال اور محمود آباد سندھ۔ مونگھیر اور راولپنڈی کے ممبر بھی حصہ لے رہے ہیں۔ حیدرآباد دکن میں بھی نہایت مستعدی سے کام ہو رہا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء

قادیان کے محلہ جات کے علاوہ نیروبی، سرگودہ فیروزپور شہر، لکھنؤ۔ راولپنڈی، کاٹھ گڑھ اور حیدرآباد دکن میں مجالس اطفال بھی قائم ہو چکی ہیں۔

ابھی جماعتوں کی کثیر تعداد ایسی ہے۔ جہاں پر نہایت آسانی سے مجالس خدام الاحمدیہ کا قیام کیا جا سکتا ہے۔ میں تمام جماعتوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ فوری طور پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل کی طرف توجہ کریں۔ اور جلد از جلد مجالس قائم کرکے خدمت خلق کا کام شروع کر دیں۔ اور اس کے ساتھ مجالس الاطفال بھی بنائیں جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے بموجب بچوں کی تربیت کا کام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین

خاکسار خالد سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

مجالس خدام الاحمدیہ

اس وقت تک مندرجہ ذیل مقامات سے مجالس خدام الاحمدیہ کے قیام کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جو رجسٹرڈ کر لی گئی ہیں

حیدرآباد دکن - عارف والا - احمدیہ ہوسٹل لاہور کالا باغ - گوجرانوالہ - مبارک آباد اسٹیٹ - فتح پور ضلع گجرات - کمال ڈیرہ - نصرت آباد اسٹیٹ - شملہ - دہلی دروازہ لاہور - گورنمنٹ کوارٹرز لاہور - سرگودہ - وزیرآباد - فیروزپور شہر - اوکاڑہ - محمود آباد - لدھیانہ - لکھنؤ - بھارا - انبالہ شہر راولپنڈی - لائلپور - کراچی - جوڑہ کرنانہ - چک نمبر ۵۶۳ E.B - کریام - دوالمیال - سیالکوٹ - کاٹھ گڑھ - دہلی - برہمن بڑیہ کلکتہ - مونگ - چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودہ - مونگھیر - چھینیے تاجداراں - بجے پور شہر - لنودالی۔

بیرون ہند:-

نیروبی - ممباسہ - (السٹ افریقہ) کولمبو۔

اگر کوئی ایسی مجالس ہوں۔ جنہوں نے اپنے قیام کی اطلاع تو بھجوائی ہو۔ لیکن ان کے نام مندرجہ بالا فہرست میں مندرج نہ ہوں۔ تو وہ فوراً اطلاع دیں۔

دیگر جماعتیں بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر لبیک کہتی ہوئیں اپنے ہاں مجالس قائم کرکے خاکسار کو اطلاع دیں۔

خاکسار خالد بی۔ اے آنرز

سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

(بقیہ مضمون صفحہ ۴)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴)

توسیع و افزائش کے اخراجات کا ہز ہائینس نواب صاحب بہادر رامپور نے از راہ کرم مکارم خسروانہ ذمہ لیا ہے۔

اس یونین کی کئی شاخیں ہیں۔ جو مختلف ہالس میں کام کرتی ہیں۔ اور اُن میں طلبہ تقریر اور خطابت کی ابتدائی مشق کرتے ہیں۔ جس کے بعد وہ یونین کے بڑے جلسوں میں تقریر کی استعداد حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ شاخیں مبتدیوں کے لئے بہت ہی کارآمد ثابت ہو رہی ہیں۔

مجلس اسلامیاں اور انجمن تاریخ و تمدن اسلامی۔ یہ علیحدہ انجمنیں ہیں۔ جو طلباء میں اسلامی جذبہ اور وسعت نظر و بلند خیالی پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ اور وہ چیزیں طلباء کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ جن سے مسلمانوں نے پہلے عروج و ترقی حاصل کی تھی۔ ان انجمنوں کی جانب سے لکچروں اور تقریروں کا انتظام ہوتا رہا ہے۔ جو طلباء کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ آپس میں ملنے جلنے کے مواقع بہم پہنچانے کے لئے ان کی جانب سے اکثر پارٹیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اور ہندوستان اور ممالک غیر کے علماء و فضلاء کو اکثر دعوت دیجاتی ہے۔ کہ وہ طلباء کو اپنے مواعظ سے مستفیض فرمائیں۔

طلباء کی مذہبی زندگی کی نگرانی شیعہ و سُنّی ناظم دینیات صاحبان فرماتے ہیں۔ اور صدر شعبہ دینیات صاحب یونیورسٹی کی مسجد میں روزانہ تفسیر کا درس دیتے ہیں جسمیں طلباء و اساتذہ کی معقول تعداد شریک ہوتی ہے۔ مختلف ہاسٹلوں میں اور یونیورسٹی کی مسجد میں نماز باجماعت کا باضابطہ انتظام ہے۔ اور دیگر رسوم و ارکان شرعیہ کی طلباء سے پابندی کرائی جاتی ہے۔ مذہبی تعلیم تمام اعلیٰ و ادنیٰ مدارج میں لازمی ہے۔ اور دینیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک الگ درجہ قائم ہے جسمیں پڑھ کر اور امتحان میں کامیاب ہو کر طلباء کو بی۔ ٹی۔ ایچ کی ڈگری دیجاتی ہے۔ مسلمان طلباء کے لئے یہ مخصوص انتظامات جو مسلم یونیورسٹی کی امتیازی خصوصیت ہیں ہندوستان میں کہیں اور کبھی نہ ملیں گی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہاں کے پڑھے ہوئے نوجوان جذبہ اسلامی میں سب سے آگے رہتے ہیں۔ اور شعارِ اسلام کی پابندی میں ممتاز ہیں۔

ذمہ دارانِ مسلم یونیورسٹی کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ یہاں کے لڑکے سچے اور پابند شریعت مسلمان ہوں۔ اب یہ والدین کا کام ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو اس ماحول اور اسلامی

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔